الوصیۃ الصغریٰ

اردو ترجمہ

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی اور اصلاحی خدمات قیامت تک اُمّت اسلامیہ پر احسان رہیں گی۔ اور ان کی علمی، اصلاحی اور تجدیدی یادگاریں رہتی دنیا تک عوام وخواص کے لئے مشعلِ راہ بنی رہیں گی۔ زیر نظر رسالہ الوصیۃ الصغریٰ جو دراصل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مکمل تشریح ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقویٰ، حسن خلق، اخلاص، توکل، توبہ، استغفار، تفقہ فی الدین اور مداومتِ ذکر کی تاکید فرمائی تھی۔

یہ وصیت اتنی جامع اور مکمل ہے کہ ہر مسلمان کو اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنانا چاہیئے۔ کہ اسی میں اُمّت کی فلاح اور دین ودنیا کی سعادت کا راز مضمر ہے۔ اس رسالے کی اشاعت دار السلفیہ کے احیاء تراث السلفیہ کی ایک کڑی ہے جو اُمید ہے علمی اور دینی حلقوں میں لائق توجہ اور عند اللہ مقبول ہوگی۔

مختار احمد ندوی

۱۵ر فروری ۱۹۹۰ء

فہرست مضامین کتاب الوصیۃ الصغریٰ

سوال :۔ ایک بزرگ جن کا اسم گرامی ابو العاصم القاسم بن یوسف بن محمد التجیبی السبتی ہے، فرماتے ہیں کہ میرے استاد شیخ فقیہ امام فاضل عالم تقی الدین ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ سلف صالحین میں سے آخری بزرگ علمائے متاخرین کے مقتدا، عجیب وغریب باتیں بیان کرنے والے اور اپنے بحر علم کو نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بیان کر سکتے تھے۔ اور ان تمام علماء پر فوقیت رکھتے تھے جن سے مجھے بلاد مشرق ومغرب میں

ملاقات حاصل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم پر ان کی برکات جاری رکھے ۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ براہِ مہربانی (۱) آپ مجھے ایسی چیز کی وصیت فرمائیں جس سے میرا دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں ۔ (۲) مجھے کسی ایسی کتاب کی طرف رہنمائی کریں کہ علم حدیث کے متعلق مجھے اس پر پورا اعتماد ہو ۔ اور باقی علوم شرعیہ کے متعلق بھی اسی طرح ارشاد فرمائیں ۔ (۳) مجھے ایسے عمل پر مطلع کریں جو بعد ادائے فرائض و واجبات سب اعمال صالحہ پر فوقیت رکھتا ہو ۔ (۴) جو کسب میرے حق میں سب ذرائع معاش پر ترجیح رکھتا ہو ، وہ بھی بیان فرمائیں ۔ ان سب باتوں کا جواب مختصراً اشارات کے طور پر کافی ہے ۔ وَاللہُ تَعَالیٰ یَحْفَظُہٗ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

جواب :

حضرت شیخ الاسلام بحر العلوم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ نے یوں جواب دیا " الحمد للہ رب العالمین ۔ سب سے پہلی چیز جس کی بابت دریافت کیا گیا ، یعنی وصیت ، تو میری واقفیت میں جو شخص وصیت کی حقیقت کو سمجھتا اور اس کا اتباع کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی وصیت سے نافع تر کوئی وصیت نہیں ۔"

اللہ عزوجل کی وصیت

اللہ عزوجل کی وصیت اس آیت میں مذکور ہے :۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (۴ : ۱۳۱)

اور مسلمانو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی ، اُن سے اور تم سے ہم نے بتاکید یہی کہہ دیا تھا کہ اللہ کی ناراضمندی سے ڈرتے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت وہ ہے جو آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمائی جبکہ آپ نے انھیں یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا۔ آپ نے فرمایا :۔

يَا مُعَاذ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

معاذؓ! جہاں کہیں تم ہو، اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جہاں برائی صادر ہو فوراً نیکی کرنا کہ وہ پہلی برائی کے اثر کو مٹا دیگی اور لوگوں سے خوش خلقی کا برتاؤ کرنا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فضائل

معاذؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی کہا تھا

يَا مُعَاذ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ

معاذ اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ سوار ہوتے تو معاذؓ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے ۔ یہ بھی

روایت میں آیا ہے کہ حلال اور حرام کے مسائل میں معاذ رضی اللہ عنہ تمام امت سے بڑھ کر عالم ہیں۔ اور قیامت کے دن تمام علماء سے ایک قدم آگے ہوں گے۔ انہی فضائل کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف اپنا مبلغ، داعی، فقیہ، مفتی اور حاکم بنا کر بھیجا۔ اور آپ معاذ رضی اللہ عنہ کو ابراھیم علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خلیل اور امام الناس کے لقب سے پکارا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ معاذ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

اِنَّ مُعَاذًا کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ حَنِیْفًا وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ	بیشک معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پیشوا ہیں۔ خدا کے فرمانبردار بندے ہیں جو ایک خدا کے ہو رہے ہیں اور مشرکین میں سے نہیں۔

پھر باوجود اتنے فضائل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ وصیت فرمائی، تو معلوم ہوا کہ یہ وصیت جامع ہے اور فی الواقع صاحب عقل و فہم کو اس کی جامعیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ یہ قرآنی وصیت کی تفسیر ہے۔

وصیت کے جامع ہونے کے وجوہ

باقی رہا یہ بیان کہ اس کے جامع ہونے کے دلائل کیا ہیں تو اسے یوں سمجھنا

"چاہیے کہ بندے کے ذمّے دو حق ہیں (۱) اللہ عز و جل کا حق۔ (۲) اس کے بندوں کا حق" پھر جو حق انسان کے ذمے ہے چار و ناچار اور گاہ بگاہ اس کے کسی حصّے میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ یا تو وہ کسی امر کو ترک کر دیتا ہے یا کسی نہی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ   جہاں بھی ہو تم اللہ سے ڈرتے رہنا۔

اور یہ کلمہ جامع ہے۔ اور آپ نے جو حیث ما کنت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ انسان پوشیدہ اور ظاہر ہر حال میں تقویٰ طرف کا محتاج ہے۔ اس کے بعد جو یہ فرمایا:

وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا   یعنی برائی صادر ہو تو فی الفور نیکی کرنا۔

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مریض کوئی مضر چیز کھا لیتا ہے تو طبیب اسے ایسی چیز کے استعمال کا حکم دیتا ہے جو اس کی اصلاح کر دے۔ چونکہ بندے سے گناہ کا صادر ہونا ایک فیصلہ شدہ بات ہے لہذا عقلمند شخص ہر وقت ایسے نیک عمل کرتا رہتا ہے جن سے برائیوں کے اثرات زائل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس حدیث میں لفظ سیّئۃ کے عبارت میں مفعول واقع ہونے کے باوجود پہلے لانے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جگہ نیکی کے ذریعہ برائی کا مٹانا مقصود ہے خود نیکی کرنا مقصود نہیں تو یہ قول بعینہٖ آپ کے اس مقولے کی طرح ہے:

صُبُّوْا عَلٰی بَوْلِہٖ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ   جس جگہ اس شخص نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ایک ڈول گراد۔

وہ اعمال جن سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

اور یہ نہایت ضروری امر ہے کہ جن گناہوں کے مٹانے کے لئے نیکیاں کرنی چاہئیں وہ نیکیاں بھی ان برائیوں کی جنس سے ہوں۔ کیونکہ وہ ان کے مٹانے میں زیادہ تاثیر رکھتی ہیں۔ اور گناہوں کا نتیجہ یعنی عذاب الٰہی مندرجہ ذیل باتوں سے زائل ہوجاتا ہے۔

(۱) **توبہ سے**۔ یعنی گذشتہ گناہوں سے نادم ہو کر بیزار ہوجانا اور آئندہ کے لئے عملاً گناہ سے رک جانا۔

(۲) **بغیر توبہ کے صرف استغفار سے**۔ یعنی دل اور زبان کے ساتھ اللہ سے معافی کا خواستگار ہونا اگرچہ توبہ کے شرائط موجود نہ ہوں۔ کیونکہ کبھی اللہ تعالیٰ محض بندہ کی دعا کو قبول کر کے معاف کر دیتا ہے اگرچہ عملی طور پر وہ گناہ سے باز نہ آیا ہو۔ لیکن اگر توبہ اور استغفار دونوں صفتیں اکٹھی ہوجائیں یعنی ایک شخص گناہ سے بھی رک جائے اور معافی کا بھی خواستگار ہو، تو یہ درجہ کمال ہے۔

(۳) **اعمال صالحہ سے** جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جن کا دوسرا نام **کفارات** ہے۔ پھر کفارات کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول "کفارات مقدرہ" یعنی ایسے اعمال جن کی مقدار شریعت نے معین کر دی ہے۔ جیسے رمضان کے روزے میں جماع کرنے والے پر جو کفارہ لگتا ہے اس کی مقدار شریعت نے مقرر کر دی ہے،

اور اپنی بی بی سے ظہار کرنے والے (یعنی جس نے اپنی منکوحہ کو کسی اپنی محرم سے تشبیہ دی ہو۔ اس) کے کفارہ کی بھی مقدار معین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حج کے بعض ممنوعات کا ارتکاب کرنے والے یا حج کے بعض واجبات کو ترک کرنے والے یا احرام میں شکار مارنے والے کے کفارات کی مقدار بھی مقرر ہے۔ چنانچہ اس کی چار قسمیں ہیں اونٹ کی قربانی کرنا، غلام آزاد کرنا، صدقہ دینا، روزے رکھنا۔

قسم دوم: کفّارات مُطلقہ۔ یعنی ایسے اعمال صالحہ جن کی شریعت نے کوئی تحدید نہیں کی۔ جیسا کہ حذیفہؓ نے عمرؓ سے کہا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔	اہل، مال اور اولاد کے بارے میں جو انسان فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اسے نماز، روزہ، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔

اس بات پر قرآن کی آیات بھی دلالت کرتی ہیں اور وہ احادیث صحیحہ بھی جن میں آیا ہے کہ پانچ نمازیں، جمعہ، روزے، حج، اور باقی وہ اعمال کفارات ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے:

مَنْ قَالَ كَذَا أَوْ عَمِلَ كَذَا غُفِرَ لَهٗ أَوْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔	جو شخص یہ کلمہ کہے یا ایسا عمل کرے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں یا اس کے پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

اسس قسم کے اعمال بہت ہیں۔ جو شخص حدیث کی کتابوں میں ان کو تلاش کریگا کثرت سے پائے گا۔ خصوصاً جو کتابیں فضائل اعمال میں لکھی گئی ہیں۔

رسوم جاہلیت اور خصائص یہودیت و نصرانیت کا اختلاط

واضح ہو کہ انسان کو ایسے اعمال مکفرہ کی طرف توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان جونہی بالغ ہوتا ہے خصوصاً زمانہ موجودہ میں اور اس قسم کے ان زمانوں میں جن میں سلسلۂ وحی اور رسالت کے موقوف ہو جانے کے باعث بعض وجوہات سے ایام جاہلیت کا تشبہ آجاتا ہے۔ جبکہ اہل علم اور دیندار لوگوں میں پرورش پانے والا شخص بھی جاہلیت کے کئی امور سے آلودہ ہو جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جسے دیندار لوگوں کی صحبت نصیب ہی نہیں۔ بخاری اور مسلم میں ایک حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ

جو امتیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں تم اسی طرح ان کے طریقوں کے پیچھے لگ جاؤ گے جس طرح تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر کاٹ کتر کر بنا لیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ لوگ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے

ہوں گے تو تم بھی ضرور داخل ہو گے۔ صحابہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ پہلی امتوں سے آپ کی مراد
یہود اور نصاریٰ ہیں؟ فرمایا یہود اور نصاریٰ
نہیں تو اور کون؟

یہ ایسی حدیث ہے جس کی تصدیق قرآن شریف میں ہے۔ فرمایا:

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا (۹: ۶۹)	تم نے بھی اپنے حصے کے فائدے اٹھائے جیسے تم سے پہلوں نے اپنے حصے کے فائدے اٹھائے اور جیسی باتوں میں لوگ بحث کیا کرتے تھے تم بھی ویسی ہی باتوں میں بحث کرنے لگے

اس حدیث کے شواہد صحیح اور حسن حدیثوں میں بہت ہیں۔ اور کبھی کبھی یہ رسوم جاہلیت ان دیندار لوگوں تک میں سرایت کر جاتی ہیں جن کو خواص سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ سلف میں سے کئی ایک بزرگوں نے کہا جن میں ابن عیینہ بھی داخل ہیں کہ اہل علم یہود کی بہت سی باتوں میں اور اہل دین نصاریٰ کی اکثر باتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جو شخص دین اسلام کی حقیقت کو سمجھتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور پھر اس کو لوگوں کی عام حالت پر منطبق کرنا چاہتا ہے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمان بہت سی علمی اور دینی باتوں میں یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ جب معاملہ ایسا

نازک ہے تو جس شخص کے سینے کو اللہ نے کھول رکھا ہے اور وہ اللہ کی دی ہوئی بصیرت پر قائم ہے۔ پہلے مُردہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے روحانی زندگی دے کر زندہ کیا اور اسے نور عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے زمانے کی جاہلیت کی باتوں کا ملاحظہ کرے۔ اور دونوں اُمتوں "مغضوب علیہم" اور "الضالین" یعنی یہود اور نصاریٰ کے افراط اور تفریط کو جانچے جیتے جانچ پڑتال کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ یہودیت اور نصرانیت کے بعض خصائص میں مبتلا ہے۔ لہذا جو چیز کہ خاص وعام کے لئے سب سے بڑھ کر نفع رساں ہے وہ ان امور کا علم ہے جس کے ذریعہ نفوس ان مہلک چیزوں سے نجات حاصل کر سکیں۔ اور وہ یہ ہے کہ گناہوں کے سرزد ہوتے ہی فی الفور نیک اعمال کئے جائیں۔ نیکی ان اعمال، اخلاق اور صفات کا نام ہے جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دیا ہے۔

اور منجملہ ان امور کے جو گناہ کے نتیجہ یعنی عذاب الٰہی کو دور کر سکتے ہیں؛ مصائب یعنی تکالیف ہیں جو انسان کی بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اور مصائب کے مفہوم میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے خواہ فکر اور غم ہو یا مال و آبرو۔ اور جسم کو دکھ پہونچے یا اُن کے سوا کوئی اور رنج وہ امر ہو۔ لیکن یہ تمام باتیں بندے کے فعل سے نہیں۔ یعنی کوئی شخص اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہے تو اس کے ادا کرنے کا یہ طریق نہیں کہ کوئی رنج یا مصیبت خواہ مخواہ اپنے اوپر

ڈال لے بلکہ کفارات شرعیہ میں سے کسی چیز کو اختیار کرے۔

پس جب آپ نے یہ دو کلمے فرما کر (اتق اللّٰہ حیث ما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا) اللہ تعالیٰ کا حق بیان کر دیا۔ یعنی پہلے میں عمل صالح اور دوسرے میں اصلاح فاسد کی تاکید کی تو آگے تیسری بات و خالق الناس بخلق حسن فرما کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی۔

حُسنِ خُلق

اور لوگوں کے ساتھ حُسنِ خلق رکھنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ میل ملاپ رکھے۔ اسے سلام کرے، اس کی عزت کرے اس کو دعا دے، اس کے لئے اللہ سے بخشش مانگے، اس کی خوبیاں بیان کرے اور اس سے ملاقات کرتا رہے۔ اور جو شخص تجھے تعلیم نافع اور مال وغیرہ سے محروم کر دے تو اسے یہ فوائد پہونچاتا رہے۔ اور جو شخص خون، مال اور آبرو کے بارے میں تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔ ان میں سے بعض احکام واجب ہیں اور بعض مستحب۔ باقی رہی تفسیر خلق عظیم کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متصف کیا ہے تو اس سے مراد پورا دین ہے جو مطلقاً تمام اوامر الٰہی پر مشتمل ہے۔ مجاہد وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے اور یہ قرآن کا مدعا سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کَانَ

خُلُقُهُ الْقُرْآن (نبی کا خلق قرآن تھا) اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انھیں بطیب خاطر پورے شرح صدر کے ساتھ بغیر تنگدلی کے ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔

لفظ تقویٰ کی تفسیر

رہا اس امر کا بیان کہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی وصیت میں داخل ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ) تو یہ اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ لفظ تقویٰ ان تمام امور کو جامع ہے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے خواہ وہ حکم واجب ہو، یا مستحب۔ اور ان تمام باتوں کی نہی کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا خواہ وہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی۔ اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر مشتمل ہے لیکن چونکہ کبھی تقویٰ سے مُراد عذاب الہٰی سے ڈرنا لیا جاتا ہے جو حرام کاموں سے رُکنے کا باعث ہوتا ہے اس لئے معاذؓ کی حدیث میں اس کی پوری تفسیر کردی گئی ہے اور اسی طرح ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے جسے ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ ابوہریرہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ ... عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ قَالَ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَقِیْلَ مَا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ الْاَجْوَفَانِ اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ۔

وسلم کونسی چیز ہے جو لوگوں کو سب سے بڑھ کر جنت میں لے جائے گی۔ فرمایا اللہ کا ڈر اور اچھا خلق اور عرض کیا گیا کونسی چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گی۔ فرمایا وہ دو کھوکھلی چیزیں ہیں (۱) منھ اور (۲) فرج (حرام کھانا، کلمہ کفر و شرک، جھوٹ، غیبت وغیرہ، یہ معاصی منھ سے تعلق رکھتے ہیں اور زنا وغیرہ فواحش فرج سے)

صحیح حدیث میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مومنوں میں کامل تر ایمان اس شخص کا ہے جو سب سے اچھا خلق رکھتا ہے۔

اس حدیث میں نبی نے بتلا دیا کہ ایمان کا کامل ہونا اچھے خلق کے کامل ہونے پر موقوف ہے۔ اور یہ معلوم ہی ہے کہ ایمان سب کا سب تقویٰ ہے اور تقویٰ کے اصول اور فروع کے بالتفصیل ذکر کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں کیونکہ اس میں تو تمام دین داخل ہے۔

اخلاص

لیکن نیکی کا سرچشمہ اور اس کی جڑ اخلاص ہے یعنی یہ کہ بندہ خلوص کے ساتھ

اپنی عبادت اور استعانت کو اپنے رب کے ساتھ اس طرح مخصوص کر دے کہ اپنا قلبی تعلق تمام مخلوقات سے منقطع کرے، نہ اُن سے نفع کی توقع رکھے اور نہ ان کی خاطر عمل کرے۔ اور اپنا مقصد رب تعالیٰ ہی کو بنالے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں اسی اخلاص کا ذکر ہے۔

① إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔
② فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (۱۱:۱۲۳)	اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ
③ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ	اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔
④ فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ (۲۹:۱۷)	رزق کی تلاش بھی اللہ کے پاس ہی کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر بجا لاؤ۔

اور اس کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ ہر مطلوب شئے میں خواہ بھوک اور احتیاج ہو یا خوف اور ڈر ہو، یا اس کے سوا کوئی اور حاجت ہو، ہمیشہ ہر مطلب کے لئے اسی سے دعا مانگتا رہے۔ اور ہر پسندیدہ عمل اسی کی رضاجوئی کے لئے کرے۔ جو شخص اس قسم کے اخلاص کو مضبوط اور محکم کرلے ممکن نہیں کہ اس میں ایسی بات باقی رہے جو اسے عذاب میں مبتلا کر سکے۔

فرائض کے بعد سب سے بہتر عمل اللہ کا ذکر ہے

اس کے بعد دوسری چیز کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ فرائض کے بعد کونسا عمل سب سے بہتر ہے۔ تو اس کا کلی جامع اور مفصل جواب تو ممکن نہیں جس سے ہر ایک شخص کے حق میں افضل الاعمال کی تعیین ہو سکے۔ کیونکہ باعتبار قدرت ومناسبت اوقات لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ اس اختلاف کے لحاظ سے افضل العمل بھی ان کے حق میں مختلف ہو گا۔ تاہم اس کے متعلق جو مجمل جواب دیا جا سکتا ہے اور جس پر ان لوگوں کا اتفاق ہے جو اللہ کی ذات اور اس کے اوامر کا علم رکھتے ہیں یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ کا ذکر پابندی سے کیا جائے۔ یہ بہتر عمل ہے جس میں بندہ اپنے نفس کو مشغول رکھ سکتا ہے۔ اس کی تائید میں ابوہریرہؓ کی حدیث وارد ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے:

سبق المفردون قالوا	مفردون سبقت لے گئے ہیں۔ صحابہؓ
یا رسول اللہ ومن المفردون	نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردون کون لوگ
قال الذاکرون اللہ کثیراً	ہیں؟ فرمایا وہ مرد یا عورتیں ہیں جو اللہ
والذاکرات	کو کثرت سے یاد کرتی ہیں۔

ابوداؤد نے ابو دردا سے اس طرح روایت کیا ہے:

الا انبئکم بخیر اعمالکم	کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو سب

وَ أَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ	اعمال سے بہتر ہے اور تمہارے مالک کے ہاں سب
وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ	سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو سب سے
لَّكُمْ مِنْ إِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَ	زیادہ بلند کرنیوالا اور سونے چاندی کی خیرات
الْوَرِقِ وَمِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ	کرنے سے بھی بہتر ہے اور اس عمل سے بھی بہتر ہے
فَتَضْرِبُوْا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا	کہ دشمنان اسلام سے تمہارا مقابلہ ہو، پھر تم ان کی
أَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ	گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں (یعنی
اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ	جہاد) صحابہؓ نے عرض کیا، کیوں نہیں، یا رسول اللہ
	ضرور بتلایئے۔ فرمایا، وہ اللہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت میں قرآنی اور ایمانی دلائل بکثرت ہیں جو بصیرت قلبی، روایت اور استدلال سے تعلق رکھتے ہیں۔

اذکارِ مسنونہ کی تین قسمیں ہیں

ادنیٰ درجہ ذکر کا یہ ہے کہ انسان ان اذکار ماثورہ کو لازمی طور پر اپنا معمول بنائے جو علم اور نیکی کی تعلیم دینے والے اور متقین کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اذکار رواتب یعنی جن کے اوقات مقرر ہیں۔ جیسا کہ شروع دن میں پچھلے پہر خوابگاہ میں لیٹنے کے وقت۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت اور نمازوں

کے بعد کے اذکار ہیں۔

(۲) وہ اذکار جو خاص خاص امور مثلاً کھانے پینے۔ پہننے۔ جماع کرنے۔ گھر مسجد اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے اور بارش اور گرج وغیرہ کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے اذکار کے متعلق کتابیں لکھی گئی ہیں جو کہ "عمل یوم ولیلہ" کے نام سے موسوم ہیں۔ یعنی وہ کتابیں جن میں دن اور رات کے اذکار درج ہیں۔

(۳) وہ اذکار جو مطلق بلا قید وقت پڑھے جا سکتے ہیں۔ کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں۔ ان میں سب سے افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے لیکن کبھی ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ باقی اذکار مثلاً سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے افضل ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہر بات جو انسان کو اللہ کے قریب کر سکتی ہے خواہ وہ زبان کا قول ہو یا دل کا تصور، مثلاً علم سیکھنا اور سکھانا۔ نیکی کا حکم کرنا اور بدی سے روکنا، یہ سب اللہ کے ذکر میں داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص فرائض کے ادا کرنے کے بعد علم نافع یعنی دین یا دین سے تعلق رکھنے والے علم کی جستجو میں مشغول ہو۔ یا ایسی مجلس منعقد کرے جس میں بیٹھ کر وہ فقہ پڑھے یا پڑھا سکے۔ جس کا نام اللہ اور رسول ؐ نے فقہ رکھا ہے تو یہ بھی بہترین ذکر الٰہی ہے۔ اور اگر افضل اعمال کی تعیین میں یہ وسعت دی جائے

تو غور کے بعد تجھے معلوم ہو جائے گا کہ متقدمین کے اقوال میں جو اس بارے میں وارد ہیں کوئی بڑا اختلاف نہیں۔

افضل الاعمال کی تعیین میں استخارہ مسنونہ

اور جب اپنا مسلک اختیار کرنے کے لئے افضل اعمال معین کرنے میں کسی شخص کو اشتباہ واقع ہو جائے تو اسے لازم ہے کہ شرعی استخارہ کرے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا اور بکثرت دعاء اور استخارہ کرے۔ کیونکہ وہ ہر خیر کی چابی ہے۔ اور جلد بازی کرکے یوں نہ کہنے لگے کہ میں نے دعاء کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ اور دعا مانگنے کے لئے فضیلت والے اوقات کی تلاش کرے۔ مثلاً رات کا پچھلا حصہ۔ نمازوں اور اذان کے بعد کا وقت، نزولِ باران کا وقت اور اسی طرح کے دوسرے اوقات ہیں۔

بہترین کسب توکل ہے

اس کے بعد تیسری چیز جس کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کونسا کسب سب سے اعلیٰ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے بہتر کسب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، تمام حاجات میں اسی کے کافی ہونے پر اعتماد۔ اور اس

کے ساتھ نیک ظن رکھنا ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ جو شخص رزق کے بارے میں متفکر ہو اُسے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اسی سے دعاء مانگے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو یوں مخاطب فرماتا ہے:

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ. يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ۔	میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے۔ سوائے اس کے جس کو میں نے کھانا دیا۔ پس تم مجھی سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں نے کپڑا پہنایا پس تم مجھی سے کپڑا مانگو میں تمہیں کپڑا دوں گا۔

اور جو حدیث امام ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں اس طرح آیا ہے:

يَسْأَلُ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُيَسِّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ۔	تم میں سے ہر شخص اپنی حاجتیں اللہ سے مانگے یہاں تک کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے کیونکہ اگر اللہ اس کا سامان میسر نہ کریگا تو اسے کبھی تسمہ نہیں مل سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے

وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ	اللہ سے اس کا فضل یعنی رزق طلب کرو

نیز فرمایا :

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ	جب نماز ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو
فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ	اور اس کے فضل یعنی رزق کی
ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔	تلاش کرو ۔

یہ آیت اگرچہ جمعہ کے بارے میں آئی ہے تاہم اس کا حکم ہر نماز کے ساتھ قائم ہے۔ اور غالباً اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ انسان مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرے :

اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك	اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھے :

اللّٰھم انی اسئلك من فضلك	اے اللہ میں تجھ سے فضل یعنی رزق چاہتا ہوں

اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے بھی قرآن شریف میں اس طرح منقول ہے آپ نے اپنی قوم کو کہا :

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ	اللہ سے رزق مانگو۔ اس کی عبادت
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ	کرو اور اسی کا شکر ادا کرو ۔

یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کو چاہتا ہے ۔ الغرض رزق کے معاملہ میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اس کی طرف التجا کرنا بڑا بھاری اصول ہے ۔ رزق کی تلاش میں دوسری ضروری بات یہ ہے کہ انسان مال کو بے طمعی اور

جوانمردی کے ساتھ قبول کرے تاکہ اس میں برکت ہو۔ اور مال کی تاک میں نہ لگا رہے۔ اسے طمع اور لالچ کے ذریعہ نہ حاصل کرے۔ بلکہ اس کے دل میں زیادہ سے زیادہ مال کی اتنی ہی قدر ہونی چاہیئے جس قدر کہ بیت الخلاء کی، جس کی طرف وہ رفع حاجت کے لئے مجبور تو ہوتا ہے لیکن اس کے دل میں اس کی وقعت نہیں ہوتی۔ اور تحصیل مال میں جب کوشش کرے تو وہ بھی اسی قدر ہونی چاہیئے جس قدر کہ پاخانہ کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث میں وارد ہے:

مَنْ أَصْبَحَ وَالدُّنْيَا أَكْبَرُ هَمِّهِ شَتَّتَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ وَلَمْ يَأْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔ وَمَنْ أَصْبَحَ وَالْآخِرَةُ أَكْبَرُ هَمِّهٖ جَمَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهٖ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ۔	جو شخص صبح کو اٹھے اور اس وقت اس کے لئے سب سے بڑی فکر کی چیز حصول دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اجتماعی کام کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اس کا اسباب بکھیر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو اسی قدر حاصل ہوتا ہے جتنا کہ اس کے مقسوم میں لکھا گیا ہے۔ اور صبح کے وقت جس کو سب سے بڑھ کر آخرت کی فکر ہو اس کے لئے اللہ تمام پراگندہ کاموں کو جمع کر دیتا ہے، اس کے دل میں ان کی طرف سے غنا پیدا کر

دیتا ہے۔ اور خادم بن کر دنیا اس کے پاس آتی ہے۔

سلف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو دنیا کا محتاج تو ہے لیکن اپنے آخرت کے حصے کا اس سے کہیں بڑھ کر محتاج ہے۔ پس اگر اپنے اخروی حصے کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتا ہے (اور چاہیئے بھی ایسا ہی) تو دنیا کے حصے کو اس طرح حاصل کر جیسے گذرتے گذرتے راستے میں چیز آجاتی ہے تو اس کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۔ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۔ (۵۱:۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کچھ روزی کا تو خواہاں ہوں نہیں اور نہ اس کا خواہاں ہوں کہ مجھ کو کھلائیں پلائیں۔ اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے

باقی رہا کسی خاص کسب کا معین کرنا، دست کاری ہو یا تجارت، فن تعمیر ہو یا زراعت وغیرہ۔ تو یہ بھی لوگوں کے مختلف حالات کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اور مجھے کوئی ایسا کسب یاد نہیں آتا جو عام طور پر تمام لوگوں کو یکساں مفید ہو سکے۔ لیکن جب تلاش معاش کی خاص صورت درپیش ہو تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے۔ جو معلم خیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی برکت ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا

پھر دوسری بات یہ ہے کہ جو کام اسے میسر آجائے وہی اختیار کرے۔ دوسرے کام میں پڑ کر خواہ مخواہ تکلیف نہ اٹھائے۔ ہاں اس میں کوئی شرعی کراہیت ہو تو دوسری بات ہے۔

علوم نبوی و دیگر علوم شرعیہ

اس کے بعد یہ دریافت کیا گیا کہ علم حدیث اور دیگر علوم شرعیہ میں اعتماد کرنے کے لئے کوئی خاص کتاب منتخب کر دی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باب بھی بہت وسیع ہے۔ یہ بھی انسان کے مختلف بلاد میں پرورش پانے کے اعتبار سے مختلف ہے۔ کیونکہ بعض بلاد میں ایک شخص کو کسی خاص علم طریق اور مذہب کی کوئی ایسی کتاب میسر آجاتی ہے جو دوسری جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی۔ لیکن تمام خیر و برکت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اس علم کے حاصل کرنے کی مدد چاہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور میراث چلا آرہا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں یہی چیز اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اسے علم کے نام سے پکارا جائے۔ اس کے سوائے جو کچھ ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو وہ علم ہوگا لیکن نافع نہیں ہوگا۔ یا وہ علم ہی نہیں ہوگا اگرچہ اسے علم کہا جاتا ہو اور اگر واقعی علم بھی ہے اور نافع بھی، یہ ضروری امر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مورث کو چھوڑ کر

اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہ رہی تو ثابت ہوگیا کہ انسان کی تمام جدوجہد یہی ہونی چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر ونہی اور دوسرے کلام کے مقاصد سمجھے۔ جب جدوجہد کے بعد اس کا دل مطمئن ہوجائے کہ اس مسئلہ میں رسول صلعم کی مراد یہ ہے تو پھر بقدر امکان اس سے سرمو انحراف نہ کرے۔ خواہ اس کا تعلق ان معاملات سے ہو جو انسان کے اپنے نفس اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں یا لوگوں سے تعلق رکھتا ہو۔ (یعنی حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہو یا حقوق العباد سے)۔

اور علم کی ہر شاخ میں انسان ایسی اصل کو مضبوط پکڑنے کی کوشش کرے جو نبی صلعم سے مروی ہے اور جب اس پر کوئی ایسا مسئلہ مشتبہ ہوجائے جس میں اہل علم کا اختلاف ہو تو اسے اللہ سے وہ دعا مانگنی چاہیئے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضؓ سے مروی ہے:

انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھلی
وسلم کان یقول اذا قام	رات کو تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے
یصلّی من اللیل اللّٰھمّ	تو یہ دعا مانگتے اے جبرئیل، میکائیل
ربّ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل	اور اسرافیل کے رب اے غیب اور
فاطر السمٰوٰت والارض عالم	حاضر کے جاننے والے! تو بندوں کے
الغیب والشھادۃ انت تحکم	درمیان فیصلہ کرے گا جس میں یہ

بین عبادك فیما كانوا فیه — اختلاف کرتے تھے۔ جس حق بات کے بارے
یختلفون اهدنی لما اختلف — میں اختلاف ہو رہا ہے اپنے حکم سے مجھے
فیه من الحق باذنك انك — اس کی طرف ہدایت کر۔ تو جسے چاہے
تهدی من تشاء الی صراط — سیدھا راستہ دکھلاتا ہے۔
مستقیم

کیونکہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا عبادی کلکم ضال الا من — میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو سوائے
هدیته فاستهدونی اهدکم — اس شخص کے جسے میں نے ہدایت کی۔ پس
مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں راہ دکھلاؤں گا

باقی رہا کتابوں اور مصنفین کا مسئلہ، تو سائل نے اس کے متعلق میرے ہاں درس و مذاکرہ کے اثناء میں جس قدر کہ اللہ نے میسر کیا سن ہی لیا ہوگا۔ اس وقت اتنا لکھے دیتا ہوں کہ تمام تصنیف شدہ کتابوں میں جن میں تقسیم ابواب پائی جاتی ہے **صحیح محمد بن اسماعیل بخاری** سے نافع تر کوئی کتاب نہیں۔ لیکن اکیلی وہ بھی علم کے تمام اصول سمجھنے میں کافی نہیں اور مختلف علوم کے عالم متبحر کا مقصود پورا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کتاب کے علاوہ دوسری احادیث اور اہل فقہ اور اہل علم کے اقوال کا جاننا بھی ضروری ہے خاص کر ان مسائل کا علم جن کے ساتھ بعض علماء

مختص ہیں اور امت مرحومہ نے تو علم کے فنون میں پورا پورا حصہ لیا ہے جس شخص کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کیا ہے اسے جو بات پہونچتی ہے اُس کے ذریعہ اللہ اسے رہنمائی کرتا ہے۔ اور جس کے دل کو اس نے اندھا کر دیا ہے اس کے پاس جوں جوں زیادہ کتابیں پہونچتی ہیں اس کی حیرت اور گمراہی بڑھتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن لبید انصاری سے فرمایا:

اولیست التوراة والانجیل عند الیھود والنصاریٰ فما ذا تغنی عنھم	کیا یہود اور نصاریٰ کے ہاں تورات اور انجیل نہیں ہے، تو انھیں کیا فائدہ ہوا؟

لھٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں ہدایت اور درستی علم وعمل عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں میں وہ بات ڈال دے جس میں ہماری ہدایت ہو اور ہمیں نفس کی شرارت سے محفوظ رکھے اور ہدایت عطا کر چکنے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی سے بچائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائے۔ کیونکہ وہی رحمت بخشنے والا ہے۔

وَالحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمینَ وَصَلوٰتُہ عَلیٰ اَشرفِ المُرسلین